www.KitaboSunnat.com

دارالافتاء

مولانا عزیز زبیدی

صبح کی نماز کا اوّل وقت اور اُس کا مسنون طریقہ

گرامی قدر۔ مولانا صاحب! دام فیوضکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

کتاب و سنت اور فقہ حنفی سے فجر کی نماز کے اول اور آخری وقت کے متعلق مفصل تحریر فرمائیں۔ والسلام۔

حافظ محمد طفیل۔ منڈی وار برٹن۔ ضلع شیخوپورہ (دسمبر ۱۹۷۴ء)

الجواب وھو الملھم بالصواب

کتاب و سنت اور کتب احناف کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صبح کی نماز اندھیرے (غلس) میں شروع کی جائے۔ باقی رہا اس کا اختتام؟ سو راقم الحروف کے نزدیک اندھیرے میں ہی ختم کی جائے یا اتنا لمبا قیام اور لمبی قرأت کی جائے کہ صبح معروف معنوں میں روشن ہو جائے۔ ظاہر ہے اس مؤخر الذکر صورت میں اجر بھی زیادہ ہوگا۔ ہمارے نزدیک یہ دونوں صورتیں مسنون ہیں (۱) غلس سے غلس تک۔ (۲) غلس سے اسفار تک)

غلس کتاب اللہ سے:۔ قرآن حکیم کا ارشاد ہے:

سَابِقُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ الآیۃ (پ ۲۷۔ الحدید ع)

"دوڑو اپنے رب کی معافی کو" (موضح القرآن شاہ عبد القادرؒ)

"دوڑو اپنے رب کی معافی کی طرف کو (ترجمہ شیخ الہند استاذ مولانا انور شاہ کشمیری)

"یعنی موت سے پہلے وہ سامان کر لو جس سے کوتاہیاں معاف ہوں .... اس کام میں سستی اور دیر کرنا مناسب نہیں۔" (مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ دیوبندی)

چونکہ موت کا کچھ پتہ نہیں کہ کب آجائے، اس لیے وقت، آجائے تو اس سلسلے میں سستی مناسب نہیں ہے۔ اٹھو اور پہلے ہی مرحلہ میں وہ کام کر لو جو آپ کے ذمے ہو گیا ہے۔ چنانچہ حج کے بارے میں حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے شاگرد حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا یہ

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فتویٰ ہے کہ: جب استطاعت ہو جائے تو حج اسی سال ہی کر لینا چاہیے۔

وھو واجب علی الفور عند ابی یوسف و عن ابی حنیفۃ ما یدل علیہ (ھدایہ کتاب الحج ص۲۳۲)

حضرت امام ابو حنیفہؒ سے سوال کیا گیا کہ: ایک شخص کے پاس مال ہے۔ اسے پہلے حج کرنا چاہیے یا شادی؛ فرمایا؛ حج! علمائے احناف لکھتے ہیں کہ یہ بات اس امر کی دلیل ہے کہ حج فوری کر لینا چاہیے۔

وھو انہ سئل عمن لہ مال یحج امریتزوج فھذا دلیل علی ان الواجب عندہ علی الفور کذا فی الکافی (حاشیہ ھدایہ ص۲۳۲)

امام کرخیؒ (ف ۳۴۰ھ) اور حضرت امام ابو منصور ماتریدیؒ (ف ۳۳۳ھ) جیسے ائمہ احناف کا بھی یہی نظریہ ہے۔

وفی التحفۃ والبدائع عن الکرخی انہ علی الفور و الامام ابو منصور ماتریدی یحمل مطلق الامر علی الفور (حاشیہ ھدایہ ص۲۳۲)

فوری کے معنی یہ کیے ہیں کہ؛ جہاں تک بس میں ہو جلدی جلدی اول وقت میں کر لینا چاہیے۔

والمراد من الفوران یلزم المامور فعل المامور بہ فی اول اوقات الامکان مستعار للسرعۃ (حاشیہ ھدایہ ص۲۳۲)

ہدایہ کے مؤلف امام علی بن ابی بکر الفرغانیؒ (ف ۵۹۳ھ) اس کی وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ، حج سال میں ایک دفعہ آتا ہے اور سال بھر میں مر جانا انہونی بات نہیں ہے اس لیے افضل ہے کہ جلدی کی جائے۔

وجہ الاول انہ یختص بوقت خاص والموت فی سنۃ واحدۃ غیر نادر فیتضیق احتیاطا ولھذا کان التعجیل افضل (ھدایہ ص۲۳۲)

امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ اگر اس دیری میں وہ فوت ہو گیا تو گنہگار ہو گا۔

یاثم بالتاخیر عند ابی یوسف (حاشیہ ص۲۳۲)

گو صاحب ہدایہ نے نماز کو اس کلیہ سے مستثنیٰ کرنے کی کوشش فرمائی ہے کہ: نماز کے ٹائم میں موت نادر بات ہے۔

بخلاف وقت الصلوٰۃ لان الموت فی مثلہ نادر (کتاب الحج ص۲۳۲)

لیکن یہاں اختلاف گنہگار ہونے میں نہیں ہے بلکہ افضلیت میں ہے۔ اس لیے جب موت کا احتمال یہاں موجود ہے بلکہ بہت سے بزرگوں کے سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ فلاں صاحب سجدہ میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یا قیام میں فوت ہو گئے، تو معلوم ہوا کہ نماز کا سارا وقت تو بڑی بات، خود نماز میں یہ حادثہ ممکن الوقوع ہے۔ اور ہوتا رہا ہے۔ اس لیے افضلیت کی حد تک اس احتمال کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کیونکہ احتیاط اسی میں ہے اس لیے فرمایا۔

حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى (پ ۲۔ بقرہ۔ ع ۳۱)

خبردار رہو نمازوں سے اور بیچ والی نماز سے (موضح)

حضرت مسروق (ف ۶۲ھ) اس کے معنی وقت پر ادا کرنے کے کرتے ہیں۔

قال الحافظ على الصلوٰة، الصلوٰة لوقتها (مصنف ابن ابی شیبة)

نگہداشت اور حفاظت کا طریقہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ پورے آداب کے ساتھ اول وقت پر ادا کر لی جائے، کیا خبر کہ اگلی گھڑی میں کیا پیش آجائے

امام ابن حزم (ف ۴۵۶ھ) نے اول وقت کی افضلیت کے سلسلے میں ان آیات سے استدلال کیا ہے۔

سَارِعُوا۔ ۱۔ وَسَارِعُوا إِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ (پ ۴۔ آل عمران ع ۱۴) (محلی ص ۱۸۲/۳)

اور اپنے پروردگار کی مغفرت کی طرف لپکو۔ (نذیر احمدؒ)

اور دوڑو طرف بخشش اپنے رب کی۔ (موضح محدث دہلوی)

اور دوڑو اپنے رب کی بخشش کی جانب۔ (ترجمہ عاشق الٰہی تلمیذ شیخ الہند)

اور دوڑو بخشش کی طرف اپنے رب کی (ترجمہ شیخ الہند)

امام ابن حزم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ: دوڑنے کے حکم کا تقاضا ہے کہ: دیر نہ کی جائے، اول وقت میں ادا کرنے کی کوشش کی جائے، کیونکہ بیٹھے بیٹھے کر آخر میں "دوڑنے" کے کوئی معنی نہیں بنتے۔ دوڑنے کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ حکم ملتے ہی اٹھ کھڑا ہو۔ اور اس سلسلے کے لوازمات کی تکمیل میں لگ جائے۔

السابقون۔ ۲۔ وَالسَّابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ (پ ۲۷۔ الواقعہ ع ۱)

ترجمہ۔ ۱۔ اور اگاڑی والے سو اگاڑی والے، وہ لوگ ہیں پاس والے (موضح)

۲۔ اور اگاڑی والے تو اگاڑی والے، وہ لوگ ہیں مقرب (شیخ الہند)

۳۔ اور آگے نکل جانے والے جو آگے ہیں (سب سے) یہی مقرب لوگ ہیں (تلمیذ شیخ الہند، عاشق علیؒ)

امام ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر دوسرے اکثر مفسرین سے تقریباً مختلف کی ہے، ان کا خیال ہے کہ سابقون سے مراد وہ لوگ ہیں جو خیر اور نیکی کے کاموں میں سبقت کیا کرتے تھے، اور دوڑ کر اسے جا لیتے تھے، فرماتے ہیں کہ خیر کے کاموں میں مسارعت اور مسابقت کی افضلیت نص قرآن سے ثابت ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فالسارعۃ الی الخیر والمسابقۃ الیہ افضل بنص القرآن (المحلی ص۱۳۳)

قرآن الفجر۔ قرآن حکیم میں ہے۔

وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا (پ۱۵)

مختلف تراجم و تفاسیر: ۱۔ اور قرآن پڑھنا فجر کا، بے شک قرآن پڑھنا فجر کا ہوتا ہے روبرو۔ (موضح القرآن شاہ عبدالقادرؒ دہلوی)

۲۔ اور قرآن پڑھو فجر کو، بیشک قرآنِ فجر میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ (تلمیذ شیخ الہند دیو بندیؒ)

چونکہ نمازِ صبح میں رات کے محافظ اور دن کے محافظ فرشتوں کی بدلی ہوتی ہے اس کو مشہود فرمایا۔ (تلمیذ شیخ الہندؒ)

حدیث میں ہے کہ فجر و عصر کے وقت دن اور رات کے فرشتوں کی بدلی ہوتی ہے۔ لہٰذا دو وقتوں میں لیل و نہار کے فرشتوں کا اجتماع ہوتا ہے تو ہماری قرأت اور نماز ان کے روبرو ہوئی جو مزید برکت و سکینہ کا موجب ہے اور اس وقت اوپر جانے والے فرشتے خدا کے یہاں شہادت دیں گے کہ جب ہم گئے تب بھی ہم نے تیرے بندوں کو نماز پڑھتے دیکھا اور جب آئے تب بھی۔ (حاشیہ مولانا شبیر احمد عثمانی دیو بندی)

۳۔ اور صبح کا قرآن ؎ بے شک صبح کے قرآن میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں ؎۔ کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن مولانا احمد رضا خاں بریلوی)

حاشیہ ؎ (یعنی نمازِ فجر میں رات کے فرشتے بھی موجود ہوتے ہیں اور دن کے فرشتے بھی آجاتے ہیں (خزائن العرفان فی تفسیر القرآن از سید محمد نعیم مرادآبادی بریلوی)

یہ تراجم و حواشی زیادہ تر حنفی بزرگوں کے ہیں، جو دیو بندی اور ان کے اکابر ہیں یا بریلوی ہیں اور ان کے رہنما۔

فرشتوں کی یہ ڈیوٹی عصر اور فجر کا وقت ہوتے ہی بدلتی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ اوّل ہی وقت کی بات ہو سکتی ہے، کیونکہ آنے والے نے بتایا کہ جب ہم پہنچے تو وہ نماز میں تھے۔

اگر نماز اس وقت شروع کی جب چونٹی نظر آنے لگی تو لوٹنے سے پہلے جب وہ آئے نمازی، نماز میں تو نہ دیکھے۔

حنفی علماء، صبح کے وقت کو جمعیت خاطر کا وقت بھی قرار دیتے ہیں (حاشیہ مولانا عثمانی دیو بندی) تو ظاہر ہے کہ جمعیت خاطر کے لیے صبح کا اول وقت ہی سازگار ہو سکتا ہے، کیونکہ ابھی فضاؤں پر سناٹا چھایا ہوتا ہے، جب فقہی "اسفار" شروع ہو جاتا ہے، فضاؤں میں "کہرام" برپا ہو جاتا ہے۔ جمعیت کے سامان کہاں؟! یہی وجہ ہے کہ نمازِ عشا کو اول وقت کے بجائے بعد کے ان اوقات میں پڑھنا افضل بتایا گیا ہے، جن میں

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضور کا عالم طاری ہو جاتا ہے کیونکہ اس میں جمعیتِ خاطر کے سامان زیادہ ہو جاتے ہیں۔ اس لیے تہجد کی فضیلت بھی زیادہ آئی ہے۔ گویا کہ نمازِ عشاء کا استثناء کی وجہ بھی یہی "ساعتِ جمعیت" ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کی یہی حکمت بیان فرمائی ہے وہ لکھتے ہیں۔

وکان احق ما یودی فیہ الصلوٰۃ وقت خلو النفس من الاف الاشغال المعاشیۃ المنسیۃ ذکر اللہ لیصادف قلبا فارغاً فنتمکن منہ ویکون اشد تاثیرا فیہ وھو قولہ تعالیٰ : وقرآن الفجر ان قرآن الفجر کان مشھودا (حجۃ اللہ البالغۃ ص ۱۵۰)

اسفار، چونکہ اشغال منسیہ کا محل ہے اس لیے اس میں جو نماز پڑھی جائے گی، اس سے حضورِ قلب غلط تاثر ہو سکتا ہے۔ ایسی صورت میں افضل یہی رہے گا کہ غلس میں نماز شروع کی جائے جو جمعیتِ خاطر کا بہترین ضامن ہے۔ اگر یہ حکمت غلس (اندھیرے) میں مضمر نہ ہوتی تو نمازِ عشاء کو زیادہ مؤخر کرنے اور جوف اللیل میں تہجد پڑھنے میں زیادہ اجر نہ ہوتا۔

علامہ ابو الحسن السندی حنفی (ف ۱۱۳۸ھ) لکھتے ہیں کہ اس وقت دونوں طرف کے ملائکہ کے اجتماع کا یہ تقاضا ہے کہ نماز اس وقت ادا کی جائے اور یہ استنباط نہایت دقیق ہے۔

یمکن ان یوخذ من ھذا التفسیر المرفوع انہ ینبغی ایقاع ھذہ الصلوٰۃ فی الغلس اول ما یطلع الفجر الشرعی اذ الظاہر ان ذالک ھو وقت نزول ملائکۃ النہار وطلوع ملائکۃ اللیل فاجتماع الطائفتین فی ھذہ الصلوٰۃ یقتضی اداؤھا فی مثل ھذا الوقت وھذا استنباط دقیق۔ (شرح ابن ماجہ ص ۲۲۱)

غلس

سنت رسول اللہ۔ اس سلسلے میں دو قسم کی روایتیں پیش کی جا سکتی ہیں، ایک وہ جو عام ہیں دوسری وہ جو خاص ہیں۔

عام احادیث - ۱۔ عن علیؓ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال : یا علی ثلث لا تؤخرھا ، الصلوٰۃ اذا آنت (ترمذی۔ ابواب الصلوٰۃ ، باب ما جاء فی الوقت الاول)

امام ملا علی قاری مکی حنفی (ف ۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں کہ : راوی ثقہ ہیں : بسند رجالہ ثقات قالہ میرک (مرقاۃ ص ۳۲۶)

ترجمہ : حضور کا ارشاد ہے : اے علیؓ تین باتیں ایسی ہیں جن میں تاخیر نہ کریں، نماز جب وقت ہو جائے الحدیث۔

۲۔ عن ام فروۃ وکانت ممن بایعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم قالت سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ای الاعمال افضل ؟ قال الصلوٰۃ لاول وقتہا (ترمذی باب مذکور و ابن ابی شیبۃ)

امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث عمری کے بغیر اور کسی نے روایت نہیں کی اور یہ راوی ضعیف ہے۔
ملّا علی قاری مکی حنفی لکھتے ہیں: دوسرے (ائمہ) کہتے ہیں، بلکہ یہ حدیث صحیح ہے۔ قال غیرہ بل ھو حدیث صحیح نقلہ ابن الملک (مرقات ص۱۳۲)

حضرت ام فروہؓ جس نے حضورؐ کی بیعت کی تھی، فرماتی ہیں کہ کسی نے حضورؐ سے سوال کیا، سب عملوں سے افضل کونسا عمل ہے؟ فرمایا: اول وقت میں نماز۔

۳۔ ان رجلا قال لابن مسعودؓ ای العمل افضل ؟ قال سألت عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال، الصلوٰۃ علی مواقیتہا (ترمذی ایضاً ابن ابی شیبۃ ص۳۱۶ باب فی فضل الصلوٰۃ لمیقاتہا)

کسی نے حضرت ابن مسعودؓ سے پوچھا، کونسا عمل افضل ہے؟ فرمایا میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس سے متعلق سوال کیا تھا، آپ نے فرمایا تھا کہ: اپنے وقتوں پر نماز پڑھو الحدیث۔

۴۔ عن عائشۃؓ: قالت ما صلی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلوٰۃ لوقتہا الاخر مرتین حتی قبضہ اللہ تعالیٰ (ترمذی ایضا ومصنف ابن ابی شیبۃ)

ترمذی کے موجودہ نسخے میں "ھذا حدیث غریب" لکھا ہے مگر امام ملّا علی قاری حنفی لکھتے ہیں کہ امام ترمذی نے کہا ہے یہ حدیث حسن ہے: وقال حسن غریب (مرقات ص۱۳۲)

حضرت عائشہ کا ارشاد ہے: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے وصال تک دو دفعہ (بھی) نماز اخیری وقت میں نہیں پڑھی۔

۔ عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: الوقت الاول من الصلوٰۃ رضوان اللہ والوقت الاخر عفو اللہ (ترمذی ایضا)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں، حضورؐ کا ارشاد ہے کہ:
نماز کے اول وقت میں اللہ کی خوشنودی ہے اور آخر میں صرف درگزر۔

بعض روایات میں آیا ہے: ووسطہ رحمۃ اللہ (مرقات ص۱۳۲) یعنی اس کا درمیانہ حصہ اللہ کی رحمت کا موجب ہے۔

امام شافعی فرماتے ہیں کہ: رضوان محسنین کا خاصہ ہے اور "عفو" قصورداروں کا۔ فی شرح السنۃ قال الشافعی رضوان اللہ تعالیٰ انما یکون للمحسنین والعفو یشبہ ان یکون للمقصرین نقلہ الطیبی (مرقات ص۱۳۲)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ (ف ۸۵۲ھ) امام تیمی کی ترغیب و ترہیب سے نقل کرتے ہیں۔

ویروی عن ابی بکر الصدیقؓ انہ قال لما سمع ھذا الحدیث: رضوان اللہ احب الینا من عفوہ (تلخیص الجبیر ص۱)

حضرت ابوبکر صدیقؓ سے روایت کی جاتی ہے کہ: جب انھوں نے یہ حدیث سنی تو فرمایا ہمیں رب کی رضا اور خوشنودی اس کے عفو سے زیادہ محبوب ہے۔

گو یہ روایت ضعیف ہے مگر کثرت طرق کی بنا پر "حسن لغیرہ" ہے جو حجت ہوتی ہے؛ (وقال: حدیث حسن غریب وقال ابن حجر ھو ضعیف من سائر طرقہ فلیحمل تحسین فی حسنہ علیٰ انہ حسن لغیرہ (مرقات ص۳۲/۲)

بعض بزرگوں نے "اول وقت" والی احادیث کے یہ معنی کیے ہیں کہ: آخر وقت سے مراد مکروہ وقت ہے (الکوکب الدری ص۹۵/۱)

یہ تاویل ان کو اس لیے کرنا پڑی ہے تاکہ: جن جن نمازوں میں وہ اول وقت کے بجائے تاخیر سے پڑھنے کے قائل ہیں، اس پر آنچ نہ آئے۔ اصل میں روایات ہیں مقابلہ، مباح اور مکروہ یا مستحب اور مکروہ اوقات کا نہیں ہے بلکہ مستحب اور جائز بلا کراہت کا ہے۔ کیونکہ وقت مکروہ اور اول وقت متنازع فیہ بات ہی نہیں ہے، سب جانتے ہیں کہ مکروہ کے مقابلے میں اول وقت افضل ہے۔

بہرحال وقت کے تین حصے ہو سکتے ہیں یا اس سے بھی زیادہ، ان میں سے جو حصہ سب سے پہلا ہے، ان روایات میں ان کو مقدم رکھنے کی ترغیب دی گئی ہے اور اسے ہی "اول وقت" قرار دیا گیا ہے۔ اس لیے اسے مکروہ کے مقابلے میں رکھا جائے یا مباح بلا کراہتِ وقت کے، ہرحال میں "اول وقت" سے مراد "اضافی اول" نہیں ہے بلکہ حقیقی اول ہے اور وہ وہی ہے جہاں سے وقت شروع ہوتا ہے۔

گو ان روایات میں سے بیشتر روایات علی الانفراد ضعیف ہیں لیکن جیسا کہ ملا علی قاری حنفی نے امام ابن حجر عسقلانی سے نقل کیا ہے، مجموعی لحاظ سے قوی یعنی "حسن لغیرہ" ہے۔

خاص احادیث، اسی سلسلے میں دو قسم کی روایات ہیں، ایک وہ ہیں جو اس امر میں نص ہیں کہ "غلس" (ابتدائی وقت، جب ابھی اندھیرا ہوتا ہے) میں نماز پڑھی جائے۔ پھر یہ بھی دو قسم کی ہیں، ایک وہ جو غلس سے شروع کر کے غلس ہی میں ختم کرنے کی نمازیں ہیں اور کچھ وہ ہیں جو غلس سے شروع کر کے روشنی میں ختم کرنے کے حق میں ہیں۔ ہمارے نزدیک یہ دونوں مسنون اور افضل ہیں کبھی یہ اور کبھی وہ۔

دوسری وہ روایات ہیں جو اس امر کی متحمل ہیں کہ نماز روشنی میں پڑھی جائے اور روشنی میں ہی ختم کی

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائے۔ ہمارے نزدیک گو یہ بھی جائز ہے لیکن افضل نہیں ہے۔

ہاں مؤخر الذکر صورت میں غلس سے شروع کر کے اسفار (معروف معنوں میں روشنی تک) یہ لحاظ رکھنا ہوگا کہ نمازی اس کے متحمل بھی ہوں، بہت بوڑھے، بیمار، کمزور یا بہت تھکے ہارے لوگ شریک ہوں تو پھر افضل غلس (اندھیرے) سے غلس تک ہی رہے گا، ورنہ غلس سے اسفار تک نماز کو لمبا لے جانا ہی افضل ہوگا، اس سلسلے کی روایات کو سامنے رکھا جائے تو ان میں تطبیق کی یہی صورت ہی احسن معلوم ہوتی ہے گو روشنی سے شروع کر کے روشنی میں ختم کرنا جائز ہے مگر افضل نہیں ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تعامل اور صحابہؓ کے طرز عمل سے اس کی تائید نہیں ہوتی۔ بیانِ جواز کی بات الگ ہے۔

غلس والی روایات۔ یہ روایت ان صحابہؓ سے مروی ہے: حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت زید، حضرت عائشہؓ، حضرت ابن عمر، حضرت سہل بن سعد، حضرت انس، حضرت قیلۃ بنت مخرمہ، حضرت ابوبردہ، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت معاویہ، حضرت ام سلمہ، حضرت علی، حضرت ابو مسعود انصاری، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابو موسیٰ اشعری، حضرت ابن عباس، حضرت ابو ہریرہ، حضرت براء، حضرت ابوسعید خدری، حضرت عمرو بن حزم اور حضرت بریدۃ رضوان اللہ علیہم۔

ان سب کی روایات سے پتہ چلتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام غلس میں یعنی صبح صادق ہوتے ہی اندھیرے اندھیرے میں نماز پڑھا کرتے تھے۔

بعض روایات کے بعض اقتباسات یہ ہیں:

حضرت زیدؓ: سحری کھا کر ہم نے حضورؐ کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی، سحری اور جماعت کے درمیان اتنا فرق تھا جتنا پچاس آیتیں تلاوت کرنے سے ہو سکتا ہے:

قَدْرُ خَمْسِيْنَ اٰيَةً (بخاری و مسلم)

ظاہر ہے ابھی کافی اندھیرا ہی ہوگا۔

حضرت عائشہؓ: فرماتی ہیں کہ ہم پڑھ کر واپس ہوتیں تو اندھیرے کی وجہ سے ہم ایک دوسرے کو پہچان نہیں سکتی تھیں۔

وَلَا يَعْرِفُهُنَّ اَحَدٌ مِّنَ الْغَلَسِ و فی روایۃ ولا یعرف بعضھن بعضا (بخاری)

بعض اوقات پڑھ کر واپس ہوتے تو ایک دوسرے کو پہچانا جا سکتا تھا۔

وکان ینفتل من صلاۃ الغداۃ حین یعرف الرجل جلیسہ (بخاری و مسلم)

معلوم ہوا کہ شروع بہرحال اندھیرے میں ہوتی تھی۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعض بزرگوں نے حضرت عائشہؓ کی روایت کی تاویل کی ہے کہ: دراصل وہ اندھیرا اندھیرے کمرے کا تھا جس میں وہ نماز پڑھتی تھیں۔ مگر یہ بات محل نظر ہے۔ دراصل یہ بزرگ سردیوں میں حدیث کا مطالعہ فرما رہے تھے کہ وہ بھی شاید کمرے میں ہوں گی، کیا گرمیوں میں صبح نہیں ہوتی؟ اور کیا ضروری ہے کہ وہ کمرے میں نماز پڑھتی ہوں؟ حالانکہ خواتین کا مسجد میں جا کر نماز پڑھنا ثابت ہے۔

حضرت معاذؓ: سردیوں میں صبح کی نماز غلس (اندھیرے) میں پڑھا کیجیے اور قرأت لمبی رکھیے۔

اذا کان فی الشتاء فغلس بالفجر واطل القراءۃ (شرح السنۃ)

حضرت جابرؓ: آپ صبح کی نماز اندھیرے (غلس) میں پڑھا کرتے تھے۔

والصبح کانوا او کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلیھا بغلس (بخاری ومسلم)

حضرت انسؓ: آپ نے خیبر کے دن غلس (اندھیرے) میں نماز پڑھی:

صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم خیبر صلوٰۃ الصبح بغلس (النسائی)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ: صبح کا وقت صبح صادق سے سورج نکلنے تک ہے۔

وقت صلوٰۃ الصبح من طلوع الفجر ما لم تطلع الشمس (مسلم، ابوداؤد، نسائی)

ابوھریرہؓ: فجر کا اول وقت صبح صادق ہے۔

ان اول وقت الفجر حین یطلع الفجر (ترمذی)

جبرائیل: جبرائیل امین نے اسی طرح پڑھ کر دکھائی: پہلے پو پھٹتے ہی اور دوسرے دن قدرے روشنی ہونے پر آپ کو نماز پڑھائی۔

فصلی الصبح حین طلع الفجر ..... ثم جاءہ الغد فصلی بہ الصبح حین اسفر قلیلا (نسائی)

ابوموسیٰ الاشعریؓ: پو پھٹتے ہی فجر پڑھی ابھی ایک دوسرے کو پہچاننا مشکل تھا۔

فاقام الفجر حین انشق الفجر والناس لا یکاد یعرف بعضھم بعضا (مسلم)

ان میں سے بعض روایات وہ ہیں، جن میں امامت جبرائیل یا حضورؐ کا ذکر ہے جس میں تعلیم کے لیے اول اور آخر وقتوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔ اور ان میں سے بیشتر روایات امام طحاوی حنفیؒ (ف ۳۲۱ھ) نے اپنی حدیث کی مشہور کتاب "شرح معانی الآثار" میں بیان فرمائی ہیں۔

حضرت ابومسعود انصاریؓ: فرماتے ہیں حضورؐ نے ایک دفعہ اندھیرے میں پڑھی، پھر روشنی میں، اس کے بعد آپ نے "وصال" تک اندھیرے میں ہی پڑھی، روشنی میں پھر نہ پڑھی۔

صلی الصبح مرۃ بغلس ثم صلی مرۃ اخری، فاسفر بھا ثم کانت صلوٰتہ بعد ذلک التغلیس

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حتّٰی مات لم یعد الی ان یسفر (ابوداؤد ص۱۱ ج۱)

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلی الغداۃ فغلس بھا ثم صلاھا فاسفر ثم لم یعد الی الاسفار حتی قبضہ اللہ عزوجل (شرح معانی الآثار، المعروف طحاوی ص۱۰۵)

وصلی الصبح بغلس ثم صلی مرۃ اخری فاسفر بھا ثم کانت صلوتہ بعد ذلک بالغلس حتی مات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لم یعد الی ان یسفر (ابن حبان ص۹۲)

دارقطنی میں مزید وضاحت ہے، باقی روایات میں ہے کہ ایک بار غلس ہی پڑھی پھر ایک دفعہ روشنی میں پڑھی، دارقطنی میں ہے کہ، صبح کی نماز پڑھتے تو اندھیرے میں پڑھا کرتے پھر ایک اور دن روشنی میں پڑھا۔

ویصلی الصبح فیغلس بھا ثم صلاھا یوما آخر فاسفر ثم لم یعد الی الاسفار حتی قبضہ اللہ تعالیٰ (دارقطنی ص۹۳)

اس سے معلوم ہوا کہ آپ کا معمول 'غلس' میں نماز پڑھنے کا تھا۔ صرف ایک دفعہ روشنی میں پڑھی، پھر تاعمر غلس میں ہی پڑھتے رہے۔ ھکذا قالت عائشۃ۔ روایات سے پتہ چلتا ہے، یہ بھی صرف نماز صبح کا اخیری وقت بتانے کے لیے پڑھی یا پڑھائی تھی۔ اسی روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ، دوسری جن احادیث اسفار کا ذکر ہے، اس سے مراد کوفی روشنی نہیں بلکہ "مدنی" ہے۔ کوفی کے معنی ہیں کہ بالکل دن چڑھ جانا جیسا کہ اب اکثر حنفیوں کا معمول ہے۔ مدنی سے ہماری مراد صرف "وضوح صبح" ہے۔ جیسا کہ حضور کا معمول تھا۔

اسی مضمون کی روایت سنن کبریٰ بیہقی میں بھی ہے (ص۴۳۴ بغیۃ الالمعی) کچھ بزرگوں نے اس ٹکڑے پر اعتراض کیا ہے اور یہ بھی انکشاف فرمایا ہے کہ امام ابوداؤد کے نزدیک یہ حدیث معلول ہے۔ علّلہ ابوداؤد وعندی لہ وجہ ومعناہ (فیض الباری ص۱۲۵)

ابوداؤد ہمارے سامنے ہے اس میں انھوں نے یہ تو فرمایا ہے کہ فلاں راویوں نے یہ حدیث بیان کی ہے مگر یہ ٹکڑا کسی اور نے بیان نہیں کیا، صرف فلاں نے بیان کیا ہے، ملاحظہ ہو (ابوداؤد ص۱۱ ج۱ باب فی المواقیت) چونکہ یہ زیادہ حصہ ثقہ راوی کا ہے اور اپنے سے اوثق کے خلاف بھی نہیں ہے بلکہ ماسکت عنہ کے قبیل سے ہے۔ اس لیے اصولِ حدیث کی رُو سے حجت ہے اس لیے امام ابوداؤد اس کی تضعیف نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ شیخ سلام اللہ حنفی رامپوری (ت ۱۲۲۹ھ) محلّٰی شرح مؤطا میں لکھتے ہیں کہ امام ابوداؤد نے اس پر سکوت کیا ہے اور ابن خزیمہ نے اس کو صحیح کہا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ امام ابوداؤد جس حدیث پر سکوت فرمائیں، کم از کم حسن درجہ کی ضرور ہوتی ہے۔ امام بیہقی فرماتے ہیں اس حدیث کے

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے سب راوی ثقہ ہیں۔ امام خطابی فرماتے ہیں یہ حدیث صحیح ہے۔

الحدیث مما صححه ابن خزیمة وسکت علیه ابو داؤد وما سکت هو علیه لا ینزل عن درجة الحسن قال البیهقی روایة کلهم ثقات ...... وقال الخطابی هو حدیث صحیح اسنادا ومتنا (تعلیق شرح موطا للشیخ سلام الله حنفی)

ابن عمرو عبد اللہ بن زبیرؓ۔ حضرت مغیث کہتے ہیں میں نے ابن زبیرؓ کے ساتھ غلس (اندھیرے) میں صبح کی نماز پڑھی تو سلام کے بعد میں نے ابن عمرؓ کی طرف دیکھا اور کہا کہ یہ کیسی نماز ہے؟ انہوں نے جواب دیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ساتھ ہم اسی طرح پڑھا کرتے تھے، جب حضرت عمرؓ کو نیزہ مارا گیا تو حضرت عثمان نے روشنی میں نماز شروع کی۔

هذه صلاتنا کانت مع رسول الله صلی الله علیه وسلم وابی بکر وعمر فلما طعن عمر اسفر بها عثمان (ابن ماجه باب وقت صلوٰة الفجر ص۴۹ وطحاوی ص۱۰۶) امام ابو الحسن السندی لکھتے ہیں کہ مجمع الزوائد میں ہے کہ اس کی سند صحیح ہے (ص۲۲)

خلفائے راشدین۔ اوپر کی روایت میں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بھی اسی پر عمل تھا (ص۴۹)

امام ترمذی لکھتے ہیں۔

وهو الذی اختاره غیر واحد من اهل العلم من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم منهم ابو بکر وعمر ومن بعدهم من التابعین (باب ما جاء فی التغلیس بالفجر)

یہی مسلک بہت سارے اہل علم صحابہؓ کا تھا ان میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی اور ان کے بعد کے تابعین ہیں۔

امام حازمی فرماتے ہیں: یہی مذہب خلفائے راشدین کا تھا، ابو بکر، عمر، عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم (کتاب الاعتبار ص)

تابعین وائمہ دین۔ امام ترمذی فرماتے ہیں یہی مسلک تابعین کا ہے اور امام شافعیؒ، امام احمد، امام اسحٰق بھی غلس میں نماز پڑھنے کو مستحب سمجھتے تھے۔ (ترمذی باب مذکور)

امام مالکؒ، امام لیث بن سعد، امام اوزاعی، امام شافعی، امام احمد، امام ابو ثور، امام داؤد بن علی اور امام ابو جعفر طبری کا یہی مذہب ہے۔ (التعلیق الممجد علی مؤطا محمد حنفی ص۴۳)

حضرت عمر بن عبد العزیز، حضرت عروہ اور اہل حجاز کا بھی یہی مسلک ہے۔

ابو موسیٰ اشعریؓ، ابن زبیرؓ، ابو مسعود انصاری، عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ کا بھی یہی نظریہ ہے (کتاب الاعتبار حازمی)

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہل بیتؓ، حضرت انسؓ، حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ابن مسعودؓ کا بھی یہی مسلک ہے (نیل الاوطار ص ۲ ج ۲)

حضرت عمرؓ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام گورنروں کے نام سرکاری آرڈر کیا تھا کہ:

ظہر کی نماز ایک مثل سایہ ہونے تک ادا کیا کریں۔۔۔۔ اور صبح کی جب کہ ستارے ابھی چمکتے اور گنجان ہوں۔

ان عمر بن الخطاب كتب الى عماله۔۔۔۔ ان صلوٰة الظهر اذا كان الفئ ذراعا الى ان يكون ظل احدكم مثله ۔۔۔۔ والصبح والنجوم بادية مشتبكة (موطا مالك باب وقوت الصلوٰة ص ۵)

عمرو بن میمون اودی فرماتے ہیں، میں حضرت عمرؓ کے پیچھے فجر کی نماز پڑھا کرتا تھا، اگر میرا بیٹا بھی تین ہاتھ کے فاصلے پر ہوتا تو جب تک نہ بولتا میں اسے نہیں پہچان سکتا تھا۔

ان كنت لأصلي خلف عمر بن الخطاب الفجر ولو ان ابني مني ثلثة اذرع ما عرفته حتى يتكلم (ابن ابي شيبة باب من كان يغلس بالفجر ص ۳۲۰)

یہ وہی امیر المومنین حضرت عمرؓ ہیں جن کے نام پر ناحق بیس رکعت تراویح کا کاروبار کیا جا رہا ہے دیکھیے یہاں کیا بنتا ہے۔

عمر ثانیؒ۔ عمر ثانی حضرت عمر بن عبدالعزیز پانچویں خلیفہ راشد نے حضرت عبدالحمید کو حکم دیا تھا کہ صبح کی نماز غلس میں پڑھا کریں۔

كتب عمر بن عبد العزيز الى عبد الحميد ان غلس بالفجر (ابن ابي شيبة ايضا)

حضرت ابن الزبیرؓ۔ مکہ مکرمہ میں آپ کی خلافت منعقد ہو گئی تھی، آپ بھی خلیفہ راشد تھے۔ حضرت عمرو بن دینار (تابعی) ان کے پیچھے صبح کی نماز پڑھا کرتے تھے وہ فرماتے ہیں وہ اس قدر اندھیرے میں نماز پڑھتے تھے کہ ہم ایک دوسرے کو پہچان بھی نہیں سکتے تھے۔

انه صلى مع ابن الزبير فكان يغلس بالفجر فينصرف ولا يعرف بعضنا بعضا (ابن ابي شيبة ص ۳۲۰)

حضرت عثمانؓ۔ حضرت ابن ایاس فرماتے ہیں، ہم حضرت عثمان کے ساتھ فجر کی نماز پڑھا کرتے تھے لیکن ہم ایک دوسرے کا چہرہ بھی نہیں پہچان سکتے تھے۔

كنا نصلي مع عثمان الفجر فننصرف وما يعرف بعضنا وجوه بعض (ايضاً)

حضرت ابوہریرہؓ۔ فرماتے ہیں۔

صلّ الظهر اذا كان ظلك مثلك ۔۔۔۔ وصلّ الصبح بغلس (موطا امام محمد شاگرد امام ابوحنیفہؒ ص ۴۲)

جب آپ کے اپنے قد (قامت) کے برابر آپ کا سایہ ہو جائے تو ظہر پڑھیے۔۔۔ اور صبح اندھیرے میں پڑھیے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الغرض قرآن و سنت، خلفاء راشدین، صحابہ کرام کی ایک عظیم جماعت، تابعین، چاروں اماموں میں سے حضرت امام ابو حنیفہؒ کے سوا باقی تینوں اماموں (امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ) اہل حدیث اور اہل حجاز کا یہ مذہب ہے کہ آسمان پر ابھی تارے گنجان اور چمکتے ہوں تو صبح کی نماز کھڑی ہو جانی چاہیے۔ باقی رہا کب ختم ہو؟ اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ اگر کوئی شرعی مجبوری نہ ہو تو قرأت اتنی لمبی ہونی چاہیے کہ صبح نکھر جائے، بقول امام طحاویؒ حضرت امام ابو حنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ اور حضرت امام محمدؒ کا بھی یہی مذہب ہے۔ (طحاوی ص ۱۰۹) دوسری یہ کہ اندھیرے میں شروع کر کے اندھیرے میں ہی ختم کی جائے۔ ان کے سوا اور جتنی صورتیں ہیں، مثلاً کبھی بالکل سفیدی میں، کبھی درمیان میں، کبھی ہلکی قرأت کے ساتھ اور کبھی اتنی لمبی کہ سورج نکلنے کا اندیشہ ہونے لگے، تو ان میں سے کوئی بھی صورت ناجائز نہیں ہے بلکہ بسبب بیانِ جواز کی صورتیں ہیں تاکہ امت کو تنگی نہ ہو۔ ہمارے نزدیک دین کا کوئی عمل بے ضابطہ نہیں ہے۔ اس کی بنیادی شکل ضرور متعین ہوتی ہے لیکن اس قدر سخت بھی نہیں کہ بوقتِ ضرورت اس کی کم از کم اور نرم سے نرم صورت اختیار کرنا بھی جان جوکھوں والی بات بن جائے۔

اسفار: دوسرا مسلک "اسفار" کا ہے۔ یعنی اتنی روشنی ہو جائے کہ دور دور تک نظر آنے لگے۔ الاسفار هو وضوح الفجر وظهوره (نصب الراية حنفي ص ۲۳۵)

کچھ امام اس کے قائل ہیں کہ صبح کی نماز اسی روشنی میں پڑھنی چاہیے۔ ان کے دلائل یہ ہیں۔

عن رافع ابن خديج قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم اسفروا بالفجر فانه اعظم للاجر (سنن اربعہ) [illegible] (طحاوی)

آپ نے فرمایا فجر روشن کرو، کیونکہ اجر و ثواب کے لیے بڑی شے ہے۔

بعض روایات میں نوّروا بالفجر آیا ہے۔ (طحاوی ص ...)

اس مضمون کی روایات چند اور صحابہؓ سے بھی مروی ہیں لیکن زیادہ تر ضعیف ہیں۔ صحیح مان لینے کے باوجود دیکھنے یہ ہے کہ اغلس میں نہیں پڑھنا چاہیے۔ مفہوم مخالف ہے جس کو احناف نہیں مانتے۔ نیز اسفروا بالفجر یا نوّروا میں جس روشنی کا ذکر ہے، وہ ایک اضافی شے ہے، سورج کے طلوع ہونے تک اس کے کئی ایک سٹیج آتے ہیں۔ اس لیے حتمی طور پر اس کی تعیین مشکل ہے۔ بعض شکل فقہاء نے تشخیص کی ہے، وہ ان کی صرف ذاتی ہے، حدیث نہیں ہے۔ حضرات احناف فرماتے ہیں کہ مسنون آداب اور مسنون قرأت کے ساتھ پڑھنے کے لیے اتنی گنجائش ابھی باقی رہے کہ اگر دوبارہ پڑھنی پڑ جائے تو انہی آداب کے ساتھ طلوع آفتاب سے پہلے پہلے پڑھی جا سکے۔ (العرف الشذی) وغیرہ۔ مگر یہ صحیح نہیں، کیونکہ بعض

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سی روایات میں (جو خود فقہا نے بیان کی ہیں) آتا ہے کہ فلاں صحابی یا بزرگ نے اتنی لمبی نماز پڑھی کہ سورج کے طلوع ہونے کا اندیشہ ہونے لگا۔ مثلاً

حضرت سائب بن یزید (یہ وہی بیس رکعت تراویح والے ہیں) فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کے پیچھے نماز پڑھی تو جب واپس ہوئے سورج نظر آنے کو تھا۔

صلیت خلف عمر الصبح ..... فلما انصرفوا استشرفوا الشمس (طحاوی ص۱۰۶)

حضرت اودی فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی اور ہم طلوع سورج کا اندیشہ کرنے لگے کہ کہیں وہ نکل نہ آیا ہو۔

کان علی بن ابی طالب یصلی بنا الفجر ونحن نترا ای الشمس مخافۃ ان تکون قد طلعت (نصب الرایہ بحوالہ طحاوی ص۱۰۶)

غور فرمائیے! فقہائے کرام کی روشنی کی تحدید کا کیا حشر ہوا!

صحیح یہ ہے کہ اس کے معنی وضوح صبح کے ہیں جیسا کہ علامہ زیلعی حنفی (ف ۷۶۲ھ) نے کہا ہے۔ نصب الرایہ ص۲۳۴)

امام ابوالحسن محمد بن عبدالہادی نزیل المدینۃ المنورہ المتوفی ۱۱۳۸ھ بھی اسفار الصبح کے معنی اس کا وضوح کرتے ہیں۔

ای انکشافہ واضاءتہ (شرح ابن ماجہ، السندی ص۲۲)

وضوح ایک وہ ہوتا ہے جس پر خاص خاص لوگ مطلع ہوتے ہیں اور یہ بالکل ابتدائی درجہ ہے جو رات کے بطن سے ابھی الگ ہوا ہے۔ دوسرا وہ ہے جو گو اندھیرا ہوتا ہے لیکن ہر خاص و عام کو محسوس ہو جاتا ہے کہ صبح ہو گئی ہے۔ بس یہاں پر بھی "اسفار" (وضوح) مراد ہے۔

تنویر یا اسفار اور اصباح سے 'وضوح اور ظہور' کے بجائے تاخیر مراد لینا، لغت اور تعامل اہل زبان کے خلاف ہے کیونکہ سورج کے نکلنے کے قریب تک اس 'تاخیر' کا دائرہ ممتد ہو سکتا ہے جیسا کہ ہوا بھی۔

دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اسفروا بالفجر دراصل اسفروا بصلوٰۃ الفجر ہے ملاحظہ ہو (نصب الرایہ بحوالہ بزار ص۲۳۶)

بعض روایات میں اصبحوا بالصبح (ابن ماجہ ص۲۳ ۔ زوائد ابن حبان ص۹۰۔ ابوداؤد ص۲۴) اور بعض میں نورنا بصلوٰۃ الفجر (دارمی ص۲۷۷، نصب الرایہ ص۲۳۶ بحوالہ طیالسی) اور بعض میں اسفروا بصلوٰۃ الصبح (دارمی ص۲۷۷) آیا ہے، جس کے یہی معنی بنتے ہیں کہ:۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ا۔ واضح صبح صادق میں نماز پڑھا کرو۔

ب۔ یا یہ کہ نماز کے ساتھ صبح روشن کیا کرو، یعنی نماز غلس میں شروع کر کے اتنی لمبی کی جائے کہ صبح روشن ہو جائے۔ امام طحاوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی معنی کو پسند کیا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

ان یکون تغلیسا یدرک بہ الاسفار (طحاوی ص۱۰۶)

مندرجہ ذیل آثار سے اس معنی کی تائید بھی ہوتی ہے:

قال خرشۃ قال صلی عمر بالناس فغلس ونور وصلی بھم فیما بین ذلک (ابن ابی شیبۃ)

اس سے واضح تر یہ اثر ہے۔

صلی المغیرۃ بن شعبۃ الصبح فغلس ونور حتی قلت قد طلعت الشمس اولم تطلع الحدیث۔

(ابن ابی شیبۃ ص۳۲۲)

عن محمد قال کانوا یحبون ان ینصرفوا من صلوٰۃ الصبح واحدھم یری موقع نبلہ (ایضاً)

یعنی غلس میں شروع کی اور پھر اسے اس قدر لمبا کیا کہ صبح روشن کر دی۔ صحابہ اسی طرزِ عمل کو پسند کرتے تھے چنانچہ امام طحاوی لکھتے ہیں۔

ان یکون دخولہ فیھا الاغلس ولا خروجہ کان منھا الا وقد اسفر اسفارا شدیدا (طحاوی ص۱۰۶)

حضرت امام طحاوی فرماتے ہیں کہ یہی مناسب ہے کہ غلس میں شروع کی جائے اور اسفار (روشنی) میں ختم کی جائے۔

فالذی ینبغی الدخول فی الفجر فی وقت التغلیس والخروج منھا فی وقت الاسفار علی موافقۃ ما رویناعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واصحابہ (طحاوی ص۱۰۹)

پھر فرماتے ہیں، یہی ہے قول حضرت امام ابو حنیفہ، حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہم کا۔

وھو قول ابی حنیفۃ وابی یوسف ومحمد بن الحسن رحمھم اللہ تعالیٰ (طحاوی ص۱۰۹)

ملا علی قاری حنفی نے علامہ میرک کا قول نقل کیا ہے کہ امام طحاوی کی توجیہ کو انہوں نے سراہا ہے۔

وھذا التاویل اقول جمعا بین الاحادیث التی وردت فی التغلیس والاسفار۔

(مرقات شرح مشکوٰۃ ص۱۳۹)

علامہ عبدالحی لکھنوی حنفی اپنی التعلیق الممجد علی موطا محمد میں لکھتے ہیں، وھو جمع حسن یہ دونوں احادیث میں جمع کی توجیہ خوب ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بالفرض والتسلیم۔ اگر اسفار کے وہی معنی لیے جائیں جو حنفی فقہاء نے کیے ہیں تو ہمارے نزدیک اس کی توجیہ یہ ہے کہ

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ (ف ۱۱۷۶ھ) نے اسفار والی حدیث کی جو توجیہ بیان کی ہے اس کا حاصل بھی یہی ہے کہ اصل "غلس" ہے ۔ اور بالکل وہی توجیہ کی ہے جو ہم نے بیان کی ہے، وہ فرماتے ہیں۔

اسفار والی حدیث: اسفروا بالفجر فانہ اعظم للاجر کا خطاب ان لوگوں سے ہے جن کو وقت پر جماعت کے لیے نمازی بہت کم ملنے کا اندیشہ ہو یا ایسی جامع مسجد کی بات ہے جس میں ضعفاء بھی شرکت کرتے ہوں کہ ان کے خیال سے "اسفار" کر لیا کرو۔ فرماتے ہیں یا اس کے یہ معنی ہیں کہ لمبی قرأت کر کے غلس سے اسفار تک چلے جایا کرو، اس لیے اسفار اور غلس والی روایات کے درمیان کوئی منافات نہیں ہے۔

اقول هذا خطاب لقوم خشوا تقليل الجماعة جدا ان ينتظروا الى الاسفار اولاهل المساجد الكبيرة التي تجمع الضعفاء والصبيان وغيرهم ... ومعناه طولوا الصلوة حتى يقع اخرها في وقت الاسفار لعله يشا الى يوزته (حجة الله البالغة ص)

چونکہ یہ ایک ایسی استثنائی صورت ہے جو کبھی پیش آ سکتی ہے۔ ظاہر ہے ایسی صورتیں وقتی ہوتی ہیں، دائمی نہیں ہوتیں۔

اس کے علاوہ اس سلسلے میں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ:

و۔ فقہاء کرام کی تشخیص کردہ تنویر اور اسفار دراصل حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد حضرت عثمانؓ کے عہد میں بطور احتیاط اختیار کی گئی تھی (طحاوی وغیرہ) جو ایک عارضی بات تھی۔ اب اس کا کوئی اندیشہ نہیں۔ ہاں اگر کہیں ایسا ہو تو اب بھی ٹھیک ہے۔

ب۔ یا صرف اس لیے کہ راتیں چھوٹی ہیں، لوگوں کی نیند پوری نہیں ہوتی ہوگی، اس لیے امام ضرورت محسوس کرے تو اب بھی ویسا کر سکتا ہے اور وہ بھی صرف گرمیوں میں (شرح السنۃ) مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام، خلفاء راشدین، اہل بیت اور اہلِ حجاز کا تعامل اس کے خلاف ہے جیسا کہ گزرا۔

ج۔ یا موسم کا لحاظ فرماتے تھے، یعنی سردی گرمی کا حساب۔

د۔ یا چاندنی رات کا کر کے کبھی کہا گیا ہو کہ مزید اطمینان کر لیا جائے، کیونکہ اس میں بڑا مغالطہ لگتا ہے۔

بہرحال یہ کچھ استثنائی صورتیں ہیں۔

بالغرض، اگر کوئی "روشنی" مستحب اور افضل ہوتی تو اہلِ حجاز، خلفاء راشدین اور دوسرے عظیم صحابہؓ اور ائمہ دین کا تعامل "حجازی روشنی" پر بالکل نہ ہوتا سو ویسے بھی ایسے وقت میں نماز کے لیے کھڑا ہونا جب

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چیونٹی نظر آنے لگے، سستی کی انتہا ہے۔ یہ وقت کچھ چھپا نہیں ہے، راقم الحروف کو یقین ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے عمل میں بھی اس کی گنجائش نہیں مل سکے گی، وہ بھی جیسا کہ امام طحاوی نے کہا ہے، اندھیرے میں کھڑے ہوتے ہوں گے، چونکہ آپ کو قرآن اور قیام سے عشق تھا، اس لیے لمبی قرأت اور لمبے قیام سے ان کی صبح بالکل سفید ہو جاتی ہو گی، ایسا دل نہیں مانتا کہ وہ اتنی دیر اور تاخیر سے کھڑے ہوتے ہوں، جیسا کہ آج کل حنفیوں میں رواج ہو گیا ہے۔ ویسے بھی ہمارے نزدیک اجر عظیم کا باعث یہی لمبا قیام اور لمبی قرأت ہی ہے۔ صرف سفیدی سے سفیدی تک کا سلسلہ 'اجر عظیم' کی نوید نہیں بن سکتا۔

علمائے دیوبند۔ حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ شاید تغلیس کا معاملہ رمضان سے تعلق رکھتا ہے، اور اسی طرح جب لوگ جمع ہو جائیں تو ہمیں بھی ایسا کرنا چاہیے، چنانچہ دیوبند میں بھی شروع سے اکابر کا یہی معمول چلا آ رہا ہے۔

ولعل هذا التغليس كان في رمضان خاصة وهكذا ينبغي عندنا اذا اجتمع الناس وعليه العمل في دار العلوم ديوبند من عهد الاكابر (فيض الباري شرح بخاري ص ۱۳۶)

حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ لاہوری کا معمول ہمیشہ غلس (اندھیرے) رہا ہے اور علماء دیوبند کا یہاں عموماً آنا جانا رہتا تھا، انھوں نے کبھی اس پر اعتراض نہیں کیا تھا۔

آخر میں ہم پھر عرض کر دیں، اختلاف "جواز" میں نہیں ہے، صرف افضلیت میں ہے اور اس امر میں خود حضورؐ، خلفائے راشدین، صحابہ، تابعین اور زیادہ تر ائمۂ دین کا تعامل کیا رہا ہے؛ وہ آپ نے اوپر کی سطور میں ملاحظہ فرما لیا ہے کہ، غلس ہی رہا ہے۔ خاص کر بریلوی کونیوں کے ہاں جس قسم کا "اسفار" چل نکلا ہے ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ علمائے دیوبند کا عمل اس سے کہیں زیادہ اونچا رہا ہے اور رہنا چاہیے۔ بریلویوں نے اسفار کیا کیا، ان کو تو اسفار کا ہیضہ ہو گیا ہے۔ خاص کر یہ لوگ تو گیارھویں والے بزرگ کے بھی خلاف چل نکلے ہیں کیونکہ حضرت پیر جیلانی کے نزدیک "غلس" اندھیرے میں صبح کی نماز پڑھنا افضل ہے۔ آپ کا ارشاد ہے: حين حرم الطعام والشراب على الصائم (غنية) یعنی جب سحری ختم ہو جاتی ہے۔ نماز پڑھنی چاہیے۔ هذا ما عندي والله اعلم وعلمه اتم

"المنبر" لائل پور کا "عبد اللہ نمبر" صفحات ۲۰۰

جو محترم حکیم عبد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی، علمی، عملی، طبی، دینی اور سیاسی زندگی کی مکمل تصویر ہو گا۔ ان شاء اللہ حکیم صاحب مرحوم کے احباب اپنے تاثرات اور مقالات جلد ارسال فرمائیں۔

خالد اشرف ہفت روزہ "المنبر" پوسٹ بکس نمبر ۴۶۔ لائلپور

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ